اکائی 8 غالب کی قصیدہ گوئی

ساخت

8.1 اغراض ومقاصد
8.2 تمہید
8.3 قصیدے کی تعریف
8.4 قصیدے کی اجزائے ترکیبی
8.5 غالب کی قصیدہ گوئی
8.6 آپ نے کیا سیکھا
8.7 اپنا امتحان خود لیجیے
8.8 سوالات کے جواب
8.9 فرہنگ
8.10 کتب برائے مطالعہ

8.1 اغراض ومقاصد

اِس اکائی میں آپ کو سمجھانے کی کوشش کی جائے گی

- قصیدے کی تعریف
- قصیدے کی اجزائے ترکیبی
- قصیدہ نگاروں کا مختصر جائزہ
- غالب کی قصیدہ گوئی
- اکائی میں استعمال کیے گئے الفاظ کے معنی

8.2 تمہید

قصیدہ، اصنافِ سخن میں، بلاغتِ فکر، شوکت بیان اور پُر شکوہ مضمون کے سبب امتیازی حیثیت رکھتا ہے۔ بادشاہ وامراء کے زیر سایہ اس صنف کو بے پناہ ترقی حاصل ہوئی۔ اُردو میں قصیدہ ایک مخصوص معاشرے کے لیے لکھا جانے لگا۔ قصیدہ سلاطین وامراء اور دیگر رئیس جن کی مدح میں لکھا جاتا تھا وہ کافی انعام واکرام سے شعرا کو فیض یاب کرتے تھے۔ اس لیے بہت سے شعرا نے قصیدہ گوئی کو اپنا ذریعہ معاش بنایا اور وہ لوگ قصیدہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ چنانچہ انھوں نے قصیدہ میں ہی

تمام کمالِ شاعری دکھانا شروع کیا۔شعرا کے ہاں اپنی معاشی حالت کو بہتر بنانے کے لیے اور معاشرے میں اپناوقار قائم کرنے کے لیے اپنے فضل وکمال کا سکہ جمانے کے لیے اس سے بہتر کوئی اور طریقہ بھی نہ تھا۔سلاطین،نوابین اور امراء کی معاشرے میں ایک امتیازی حیثیت تھی۔اوران کا تقرب قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا،گو کہ صاحبِ اقتدار لوگوں سے صلہ وانعام حاصل کرنا،موجودہ دور میں برا سمجھا جاتا ہے۔مگر شخصی وسامنتی نظام میں صلہ وانعام کے متعلق دوسرا نظریہ تھا۔اسی زمانے میں وظیفہ وصلہ وانعام سے اہل فن کی سماجی حیثیت اور قدر ومنزلت میں کافی اضافہ ہوتا تھا۔چنانچہ قصیدہ کے اغراض ومقاصد اسی زمانے میں سوائے اس کے کہ ممدوح کی تعریف کرکے اوراپنے کمالِ فن کا مظاہرہ کر کے اسی صلہ وانعام اور دیگر مراعات حاصل کی جائیں۔اسی لیے ہر بڑا شاعر قصیدہ گوئی کی طرف متوجہ ہوا۔اوراس کے اندر اپنا کمالِ فن دکھانے لگا۔اس طرح قصیدہ گوئی اس عہد میں بہت عروج پر پہنچی اور جوترقی ہوئی اسی سے اُردوادب وشاعری کو بہت فائدہ پہنچا۔

8.3 قصیدے کی تعریف

قصیدہ اُس صنفِ نظم کو کہتے ہیں،جس میں کسی کی تعریف یا برائی بیان کی جائے۔قصیدہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ایک خیال یہ بھی ہے کہ قصیدہ لفظ قصد سے نکلا ہےاوراس کے لغوی معنی اِرادہ کرنے کے ہیں۔قصیدہ ایک ایسی طرز شاعری ہے،جس میں کسی صاحبِ شخصیت کی تعریف کی جاتی ہےاوراسے مدحیہ قصیدہ کہا جاتا ہےاس کے بجائے کسی شخصیت کی تذلیل کی جائے تو اِسے ہجویہ قصیدہ کہا جاتا ہے۔یعنی قصیدہ جیسی صنفِ شاعری میں مدح یعنی تعریف اور ہجو یعنی تذلیل دونوں طرح کے انداز اختیار کیے جاسکتے ہیں۔قصیدے کی اہمیت اس بات میں ضرور مضمر ہے کہ ہیئتی نقطہ نظر سے غزل جیسی شاندار صنفِ سخن اسی کے بطن سے پیدا ہوئی۔لہٰذا اس کی ہیئت بڑی حد تک وہی ہے جوغزل کی ہیئت ہے۔

8.4 قصیدے کی اجزائے ترکیبی

قصیدے کی ادبی وتاریخی حیثیت بہت بلند ہے۔قصیدہ چار حصوں پر مشتمل ہوتا ہے۔جسے قصیدہ کے اجزائے ترکیبی یا عناصرِ ترکیبی کہتے ہیں۔

1۔تشبیب　　2۔گریز　　3۔مدح　　4۔دعا

[1] تشبیب:

قصیدے کے ابتدائی اشعار کوتشبیب کہتے ہیں،جو کہ لفظ شباب سے مشتق ہے جسے نسیب بھی کہا گیا ہے جس کے معنی حسنِ نسوانی کا ذکر۔قصیدہ چوں کہ غزل کی ہیئت میں لکھا گیا اس وجہ سے یہ ہیئت اس کے ساتھ مخصوص رہی اور غزل کے سارے آدابِ سخن اس میں برتے گئے بلکہ قصیدے میں غزل

سے زیادہ اہتمام کیا گیا اسی لیے تشبیب میں پہلے شعر کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔قصیدے کی تشبیب کا پہلا شعر چوں کہ خود قصیدے کا پہلا شعر ہوتا ہے اور دونوں مصرعے ہم قافیہ ہونے کی وجہ سے مطلع کہلاتے ہیں اس لیے اسے پُر شکوہ اور جدّتِ خیال کا حامل ہونا چاہیے تا کہ اسے سنتے ہی ممدوح ہمہ تن اس کی طرف متوجہ ہو جائے اور بعد میں آنے والے اشعار خوش گوار اثرات چھوڑ سکیں ۔ روایت کے مطابق عربی شعرا تشبیب کے باب میں عشقیہ موضوع کو نظم کیا کرتے تھے۔مگر اُردو اور فارسی شعرا نے تشبیب کو محض عشقیہ موضوع تک محدود نہیں رکھا۔اس میں اور بھی بہت وسعت پیدا کی گئی ہے۔تشبیب معنی آگ بھڑکانے کے مترادف ہے یعنی تشبیب جتنی مضبوط، موقر، عمدہ اور خوبصورت ہوگی آگے کی منزلیں اسی قدر جامعیت کی حامل ہوں گی ۔اس باب میں بے ثباتی ، دنیا، پند ونصائح ،حکمت و نجوم ،منطق وفلسفہ ،تصوف و اخلاق ،موسم بہار،شعر و موسیقی کے مباحث رندی و سرمستی کی کیفیات اُمید ویقین، جوش و ولولہ اور قدر وتہذیب کے متعلقہ مسائل کو موضوع بنایا گیا ہے۔

قصیدہ نگار کا اصل مدعا یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے ممدوح کی تعریف کر کے اسے خوش کر دے تا کہ اس کے عوض اسے کچھ صلہ وانعام حاصل ہو جائے ، اس لیے یہ ضروری ہے کہ ممدوح کی توجہ اپنی طرف مبذول کرانے اور اس کے دل میں اپنے واسطے ایک نرم گوشہ بنانے کے لیے فضا تیار کی جائے۔اسی لیے قصیدے میں تشبیب کا ایک اہم نفسیاتی جواز ہے کہ ممدوح کے منصب کے نہ صرف مطابق ہوں بلکہ بعد میں آنے والے مدحیہ اشعار سے معنوی ربط ومناسبت بھی رکھتے ہوں۔قصیدے میں تشبیب کے پُر شکوہ اشعار بہ طور مثال ملاحظہ کیجیے:

صبح دم، دروازۂ خاور کھلا
مہرِ عالم تاب کا منظر کھلا
خُسرِ دِ انجم کے آیا صرف میں
شب کو تھا، گنجینۂ گوہر کھلا
وہ بھی تھی اک سیمیا کی سی نمود
صبح کو راز مہ و اختر کھلا
ہیں کواکب کچھ، نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں دھوکا، یہ بازی گر کھلا
سطحِ گردوں پر پڑا تھا رات کو
موتیوں کا، ہر طرف زیور کھلا

(بہ حوالہ: قصیدہ در مدح بہادر شاہ ظفر۔مرزا غالب، انتخاب قصائد۔اتر پردیش اُردو اکادمی، لکھنؤ، ص: 94)

[2] گریز:

گریز کے معنی بھاگنا ہے۔قصیدہ گو اسی کے ذریعے مدح کی طرف گریز کرتا ہے۔تشبیب کے بعد نفس مطلب کی طرف ''گریز'' ہوتی ہے۔گریز کا حصہ عموماً مختصر ہوتا ہے۔شاعر ایک دوسرے مضمون کو بیان کرتے کرتے، فن کارانہ طور پر نہایت ہوشیاری اور چابک دستی سے اپنے نفس مطلب یعنی ممدوح کی تعریف و توصیف کا آغاز اس طرح کر دیتا ہے کہ دونوں حصے ایک دوسرے سے مل جاتے اور غور کرنے پر بھی تشبیب کا حصہ ''گریز'' کی ساحرانہ کیفیت معلوم ہوتی ہے۔اصطلاح میں ''گریز'' کو دو سرکش بیلوں کو ایک جوے میں جوتنے کے معنی میں لیا گیا۔ظاہر ہے کہ یہ بڑی مہارت کی بات ہے۔گریز کا عنصر قصیدے کے دیگر اجزا کے بہ مقابلے بہت مختصر ہوتا ہے۔گریز کی مثال دیکھیے:

پھر ہوا مدحت طرازی کا خیال
پھر مہ و خورشید کا دفتر کھلا
خامہ نے، پائی طبیعت سے مدد
بادباں بھی، اُٹھتے ہی لنگر کھلا
مدح سے، ممدوح کی دیکھی شکوہ
یاں، عرض سے رتبہ، جوہر کھلا

(بہ حوالہ: قصیدہ در مدح بہادر شاہ ظفر۔مرزا غالب، انتخاب قصائد۔اتر پردیش اُردو اکادمی، لکھنؤ، ص: 96)

[3] مدح:

گریز کے بعد کی منزل مدح کہلاتی ہے۔مدح قصیدے کا تیسرا لیکن اصل عنصر اور خاص مدعا و مقصد ہے۔اسی کے لیے شاعر قصیدے کی عالی شان عمارت کھڑی کرتا ہے۔اس میں ممدوح کی ذات کے جملہ اوصاف کا بیان کیا جاتا ہے۔اور شاعرانہ خیال کے خوب خوب جوہر فشانی کی جاتی ہے لیکن مدح میں حفظِ مراتب کا خیال بہ طور خاص رکھا جاتا ہے کہ اشعار ممدوح کے شایانِ شان ہوں۔مدح میں بالعموم ممدوح کے جاہ و جلال، دولت و امارت، دبدبہ، قناعت، راست گوئی، علم و اخلاق، حسن و جمال، قد و قامت وغیرہ کی تعریف کی جاتی ہے لیکن یہ حصہ بہت احتیاط طلب ہے۔چند اشعار ملاحظہ کیجیے:

قبلۂ چشم و دل، بہادر شاہ
مظہر ذوالجلال والاکرام
شہ سوار طریقہ انصاف
نو بہار حدیقۂ اسلام

جس کا ہر فعل صورتِ اعجاز
جس کا ہر قول، معنی الہام

(بہ حوالہ: قصیدہ درمدح بہادر شاہ ظفر۔ مرزا غالب، انتخاب قصائد، اُتر پردیش اُردو اکادمی لکھنؤ، ص: 93)

[4] دعا:

یہ قصیدے کا اختتامیہ حصہ ہوتا ہے۔ اس میں شاعر اپنے ذاتی حالات اور اغراض ومطالب کا بیان کرتا ہے۔ مدح وتعریف کی داد طلب کرنے کے علاوہ مالی منفعت اور صلہ واکرام کا حصول بھی اس کا خاص مقصد ہوتا ہے۔ اشعار دیکھیے:

تیری توقیعِ سلطنت کو بھی
دی بدستور صورتِ ارقام
کاتبِ حکم نے بہ موجبِ حکم
اس رقم کو دیا طراز دوام
ہے ازل سے روائیِ آغاز
ہو ابد تک، رسائی انجام

(بہ حوالہ: قصیدہ درمدح بہادر شاہ ظفر۔ مرزا غالب، انتخاب قصائد، اُتر پردیش اُردو اکادمی لکھنؤ، ص: 94)

8.5 غالب کی قصیدہ گوئی

قصیدہ پُر وقیع صنفِ سخن ہے۔ اُردو کی تمام اصنافِ سخن کے ابتدائی نمونے دکن سے ہی دستیاب ہوئے۔ بہمنی سلطنت، قطب شاہی اور عادل شاہی دور میں قصیدہ نگاری کو فروغ حاصل ہوا۔ قلی، نصرتی، سودا، انشا، ذوق، مومن اور غالب اُردو ادب میں باکمال قصیدہ گو شعرا کی حیثیت سے خاص پر قابلِ ذکر ہیں۔ ارضِ دکن کے قصیدہ نگاروں میں قلی، عادل، غواضی، نصرتی، وجہی اور ولی کو اہمیت حاصل ہے۔ قلی قطب شاہ نے عید، عیدِ قرباں، بسنت کے موضوعات پر موثر قصائد تخلیق کیے۔ ان قصیدوں کی زبان دکنی ہے۔ نصرتی، عادل شاہ ثانی کا درباری شاعر تھا۔ ایک قصیدہ علی عادل شاہ کی مدح میں ایک معراج کے ضمن میں مشہور ہیں۔ ولی اورنگ آبادی کے قصائد، اخلاق وتصوف، علم نجوم، اور موسیقی کے لوازمات کے ذکر پر مبنی ہیں۔ مرزا رفیع سودا اور شیخ محمد ابراہیم ذوق اُردو قصیدہ نگاری کے بے حد اہم نام تھے۔ سودا اور ذوق ہم رتبہ سمجھے جاتے ہیں۔ دونوں کے قصائد کے مضامین میں تنوع، بیان میں زور اور علمیت خاص طور سے نمایاں ہے۔

مرزا اسد اللہ خاں غالب نے قصیدے میں اپنا جو راستہ چنا وہ ان کا اپنا ڈھونڈا ہوا نیا راستہ تھا۔ دیوانِ غالب میں صرف چار قصیدے ہی شامل ہیں۔ دو حضرت علیؓ کی منقبت میں اور دو بہادر شاہ ظفر کی

مدح میں۔ مذکورہ قصائد میں ندرتِ خیال، شوخی، حکمت اور دلائل و اثبات کی باتیں موجود ہیں۔ قصیدے میں غالب اعلیٰ مقام رکھتے ہیں جب کہ ان کے قصیدوں کی تعداد بہت کم ہے۔ ان کے قصیدوں میں غزل کی طرح بہت جدت ہے۔ غالب کے اول دو قصیدے ابتدائی دور کے ہیں۔ جس میں انھوں نے حضرت علیؓ کی منقبت لکھی ہے۔ دونوں قصائد میں فکری بلندی زورِ بیان، مبالغہ آرائی، متانت وسنجیدگی پائی جاتی ہے۔ تشبیب کے مضامین میں بہت جدت ہے۔ اس کی ابتدا ہی نرالی ہے۔ تشبیب میں اس بات کا خیال رکھا جاتا ہے کہ اشعار حسبِ مراتب ممدوح ہوں۔ اگر اشعار عاشقانہ بھی ہوں تو مہذب اور باوقار ہوں اور امرا اور سلاطین کی مدح میں تو ایسے اشعار تشبیب میں لائے جاسکتے ہیں مگر مقدس لوگوں کے لیے اس قسم کی تشبیب گستاخی و بدتمیزی سمجھی جاتی ہے۔ غالب نے منقبت میں قصیدے لکھے ہیں۔ انھوں نے قصیدے میں تشبیب کا بہت خیال رکھا ہے۔ اس لحاظ سے ان کی تشبیب دونوں قصائد میں بہت اعلیٰ ہے۔ تسلسل تشبیب کی روحِ رواں اور قصیدہ کا عین کمال ہے۔ یہ اہم بات غالب کی تشبیب میں خوب اچھی طرح نمایاں ہے۔ یہ ضرور ہے کہ منقبت میں لکھے ہوئے جو دو قصیدے ہیں یہ ان کے ابتدائی دور کے ہونے کی وجہ سے ان میں اکثر اشعار پورے فارسی میں ہیں۔ مشکل پسندی اور بلند پروازی کی کوشش میں خیال و بیان دونوں میں تکلف و تصنع بہت پایا جاتا ہے۔ منقبت کے دوسرے قصیدے میں باوجود مشکل پیرایۂ بیان کے معانی زیادہ واضح ہیں اور زورِ بیان اور شوکتِ الفاظ کے ساتھ شاعرانہ انفرادیت زیادہ ٹپکتی ہے۔ تمہید میں کائنات کی نفی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

دہر، جز جلوۂ یکتائی معشوق نہیں
ہم کہاں ہوتے؟ اگر حسن نہ ہوتا خود بیں

منقبت میں تخیل کی بلندی اور نیا پن بھی ملاحظہ کیجیے:

کس سے ممکن ہے تری مدح، بغیر از واجب؟
شعلۂ شمع، مگر شمع پہ باندھے آئیں
آستاں پر ہے ترے، جوہرِ آئینہ سنگ
رقم بندگی حضرت جبریلِ امیں

تلوار کی تعریف بھی دیکھیے:

بُرِشِ تیغ کا اُس کی، ہے جہاں میں چرچا
قطع ہو جائے نہ سر رشتۂ ایجاد کہیں

غالب کا کمال ان کے دو قصیدوں میں جو انھوں نے بہادر شاہ ظفر کی مدح میں لکھے ہیں، زیادہ نمایاں ہے۔ ان میں ندرتِ خیال اور شان وشکوہ کے ساتھ ساتھ تسلسلِ بیان، روانی اور برجستگی بھی موجود ہے۔ ان کے مختلف اجزا میں غالب نے بڑا اچھوتا انداز اختیار کیا ہے۔ تشبیب وگریز میں بڑی جدت و برجستگی

بتائی ہے۔ مدح میں اختصار و جامعیت انتہائے کمال پر ہے۔ ان کا پہلا قصیدہ جس کا مطلع ہے:

ہاں مہ نو سنیں ہم اُس کا نام
جس کو تو جھک کے کر رہا ہے سلام

سطور بالا کا شعر بڑی جدت سے بھرا ہے۔ اس کی تشبیب گو کہ عاشقانہ ہے مگر بالکل نرالی ہے۔ بہ قول نظم طباطبائی ''اس کی تشبیب غالب کے کمال کا ایک کارنامہ اور زیور ہے۔'' اُردو شاعری کے لیے اسی زبان میں جب سے قصیدہ گوئی کا آغاز ہوا ہے اس طرح کی تشبیب کم لکھی گئی ہے۔ ایسی تشبیب میں غالب نے ایک دلچسپ مکالمہ سپردِ قلم کیا ہے۔ گریز کے اشعار بھی بہت برجستہ ہیں۔ مدح کے بعد دعا پر خاتمۂ کلام کیا ہے۔ دعا بھی نہایت جامع ہے:

ہے ازل سے روائیِ آغاز
ہو ابد تک، رسائیِ انجام

مدح میں غالب نے ممدوح کے جاہ وجلال، شجاعت و بہادری عدل و انصاف، تیر، تلوار، گھوڑے اور ہاتھی سب کی تعریف کی ہے لیکن طول کلام سے گریز کیا ہے اور ایک ایک مضمون کو ایک ایک شعر ایک ایک مصرع میں پیش کیا ہے۔ وہ بے جا بہت زیادہ تعریف سے ہمیشہ دور رہے۔ اسی قصیدے میں غالب نے غزل شامل کی ہے۔ اس کا لب ولہجہ بھی قصیدہ کی شان سے پوری طرح ہم آہنگ ہے۔ دوسرے قصیدے کی تشبیب بھی بہت مختصر، لیکن انداز وہی ہے:

صبح دم، دروازۂ خاور کھلا
مہرِ عالم تاب کا منظر کھلا
مہر کانپا، چرخ چکر کھا گیا
بادشہ کا رایتِ لشکر کھلا
شاہ کے آگے دھرا ہے آئینہ
اب مآلِ سعیِ اسکندر کھلا

غالب کے قصیدے اپنا انفرادی رنگ رکھتے ہیں۔ ان کے اندر بے پناہ روانی، سلاست اور شیرینی ہے۔ وہ دیگر قصیدہ نگاروں سے ممتاز اور منفرد نظر آتے ہیں۔ غالب اپنے قصائد میں پوری طرح کامیاب ہیں۔ ایک مدحیہ قطعہ کی دعا تو ضرب المثل بن گئی ہے:

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

8.6 آپ نے کیا سیکھا

اس اکائی میں آپ نے سیکھا کہ

- قصیدہ کسے کہتے ہیں۔یعنی قصیدے کی تعریف کیا ہے؟
- قصیدے میں تشبیب ،گریز، مدح اور دعا سے کیا مراد ہے؟
- قصیدے کی اُردو ادب میں کیا سمت و رفتار ہے؟
- قصیدے کا آغاز اور پس منظر کیا ہے؟
- اُردو کے قصیدہ گو شعرا کا اجمالی تعارف کیا ہے؟

8.7 اپنا امتحان خود لیجیے

1۔ قصیدے میں تشبیب اور گریز سے کیا مراد ہے؟

2۔ اُردو کے دو اہم قصیدہ گو شعرا کے نام لکھیے؟

3۔ دو ایسے شاعروں کے نام بتائیں جو غزل اور قصیدے کے بڑے شاعر ہیں؟

4۔ قدیم قصیدہ گو دو شعرا کے نام لکھیے؟

5۔ غالب اور ذوق کے قصائد کا فرق کیا ہے؟

8.8 سوالات کے جواب

1۔ قصیدے میں پہلے حصے کو ’’تشبیب‘‘ اور دوسرے حصے کو ’’گریز‘‘ کہتے ہیں۔

2۔ اُردو کے دو اہم قصیدہ گو شعرا، سودا اور ذوق ہیں۔

3۔ غالب اور ذوق غزل اور قصیدے کے بڑے شاعر ہیں۔

4۔ قدیم قصیدہ گو شعرا، قلی قطب شاہ اور نصرتی ہیں۔

5۔ ذوق نے قصیدے میں تشبیب میں ندرت اور پُر کاری سے کام لیا ہے۔ روانی پر بہت زیادہ توجہ دیتے ہیں۔ غالب کے قصیدے میں تشبیب و گریز میں جدت و انفرادیت ہے۔ مدح مختصر سنجیدہ و باوقار ہے۔

8.9 فرہنگ

لفظ	معنی
امرا	امیر کی جمع/دولت مند لوگ
تقرب	نزدیکی ڈھونڈنا/قرب

سامنتی	جاگیردارانہ نظام کے ماننے والا
ممدوح	تعریف کیا گیا/ جس کی تعریف کی جائے
بطن	پیٹ/ شکم
موقر	معزز/ عزت دار/ حرمت والا
تصوف	علم معرفت/ صوفیوں کا عقیدہ
جدت	نیاپن/ تازگی/ نیا ہونا
پُرشکوہ	عظمت والا/ عظیم الشان
تنوع	قسم قسم کا ہونا/ مختلف رنگ کا ہونا
قصائد	قصیدہ کی جمع
منقبت	تعریف/ توصیف/ ثنا
شوکتِ الفاظ	زوردار الفاظ
ممتاز	معزز، اعلیٰ، افضل، برتر
منفرد	تنہا/ اکیلا
سلاست	نرمی/ روانی/ صفائی
برجستہ	چست/ ٹھیک
سپردِ قلم	قلم کے حوالے کرنا
تذلیل	ذلیل و رسوا کرنا/ ذلت

8.10 کتب برائے مطالعہ

1۔	مسعود حسین (مرتبہ)	انتخاب کلام غالب	سرسید بک ڈپو علی گڑھ، 1991
2۔	مجلسِ مشاورت	انتخابِ قصائد	اتر پردیش اُردو اکادمی لکھنؤ، 1986
3۔	ڈاکٹر اُم ہانی اشرف	اُردو قصیدہ نگاری	ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، 1995
4۔	فخرالاسلام اعظمی	غالب: فکروفن	شبلی نیشنل کالج، اعظم گڑھ، 1986
5۔	ساحل احمد	اُردو قصیدہ: ایک مطالعہ	اُردو رائٹرس گلڈ، الٰہ آباد، 1998

6۔	شمیم احمد	اصنافِ سخن اور شعری ہیئتیں	ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ، 2014
7۔	پروفیسر مجید بیدار	اُردو کی شعری و نثری اصناف	انجمن ترقی اُردو شاخ حیدرآباد، 2014